MOHIT
Page No.:
Date: 05/08/19

قصیدہ

مدح = مدحیہ قصیدہ - تعریف
ذم = برائی = ہجویہ

قصیدے کی تعریف اور فن

لفظ قصیدہ عربی زبان کے لفظ "قصد" سے ماخوذ ہے قصد کے معنی "ارادہ" کے ہیں۔ شاعری کی اصطلاح میں قصیدہ ایسی صنف ہے جس میں شاعر کسی کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے۔ تعریف و توصیف کو مدح کہتے ہیں۔ قصیدہ کسی کی تعریف کی توصیف میں بھی لکھا جاتا ہے اور کسی کی برائی بیان کرتے ہوئے تحقیر و تذلیل میں بھی لکھا جاتا ہے۔ اس طرح قصیدے کے دو موضاعات ہوتے ہیں۔

1) مدح (تعریف)
2) ذم (برائی)

تعریفی قصیدے کو مدحیہ قصیدہ کہتے ہیں اور کسی کی برائی بیان کرتے ہوئے جو قصیدہ لکھا جاتا ہے اُسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔

مدحیہ قصیدہ ہو یا ہجویہ قصیدہ دونوں قصیدوں میں نہایت مبالغہ سے لیا جاتا ہے اگر کسی کی مدح و ستائش کی جارہی ہو تو اس شخص کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں عام طور پر سلاطین، امرا اور بادشاہوں کی شان میں قصیدے لکھے جاتے ہیں۔ اردو میں ایسے قصیدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

Scanned by CamScanner

MOHIT
Page No.:
Date:

مشہور شعرا

اس قسم کے قصیدوں میں بادشاہ کی تعریف و توصیف بڑے مبالغے کے ساتھ کی جاتی ہے بادشاہ کی ستائش کی جاتی ہے۔ مثلاً بادشاہ کی انصاف پرستی، بہادری و شکار، اس کا شاہانہ ٹھاٹ باٹ، انتظام حکومت، فیاضی سخاوت بادشاہ کا علم و فضل وغیرہ۔

تعریف و توصیف کے ساتھ دعا پر قصیدے کا اختتام ہوتا ہے اور کبھی شاعر بادشاہ سے کسی چیز کا یا کسی انعام کا طالب گار بھی ہوتا ہے

اردو میں یوں تو بہت سارے شعرا ایسے گزرے ہیں جنہوں نے قصیدے لکھے ہیں لیکن ان تمام شعرا میں مرزا محمد سودا قصیدے کے سب سے بڑے شعرا تسلیم کیے گئے ہیں انھیں قصیدے کا امام اور بادشاہ کہا جاتا ہے۔ دوسرے بڑے قصیدہ نگار شاعر شیخ ابراہیم ذوق ہیں۔ ان کے بعد مومن خاں مومن اور مرزا غالب کے نام آتے ہیں ان تمام شعرا نے اردو قصیدے کے فن کو معراج اور بلندی عطا کی ہے

Scanned by CamScanner

قصیدہ "در مدح بہادر شاہ ظفر" کا تنقیدی جائزہ۔

مرزا اسد اللہ غالب 1797ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے لڑکپن میں وہ دلی آ گئے اور اپنی وفات 1869ء تک دلی میں رہے غالب کے آباؤ اجداد کا تعلق ترکستان سے تھا۔ غالب اردو زبان کے نہایت بلند مرتبہ اور عظیم شاعر گزرے ہیں وہ شاعری کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے نثر نگار تھے غالب کے خطوط اردو نثر کی تعریف میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں غالب نے اردو غزل کو پامال مضامین اور فرسودہ اسلوب سے آزاد کر کے اسے جدت اور ندرت۔ غالب کی غزل میں شوخی و ظرافت، فلسفہ و تصوف اور گہرائی و گیرائی پائی جاتی ہے۔ اردو شاعری کی تاریخ میں غالب وہ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اردو غزل میں فکر اور فلسفے کو پیش کیا۔ فکر کی بلندی اور تخیل کی اڑان غالب کی غزل کا وصف خاص ہے۔ کہا جاتا ہے کہ غالب سے پہلے اردو شاعری دل والوں کی دنیا تھی۔ غالب نے اسے ذہن دیا۔ غالب اردو کے وہ واحد شاعر ہیں جنکی غزل میں کی تہ داری پائی جاتی ہے غالب کے ابتدائی کلام پر فارسی زبان کا غلبہ زیادہ تھا اس کے علاوہ انکا اسلوب مشکل تھا۔ بعد میں انھوں نے آسان انداز بیان حاصل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ غالب مشکل پسند شاعر تھے۔ وہ شاہراہ عام پر چلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے لیے سب سے منفرد راہ اختیار کی اور اسی میں کامیاب بھی رہے۔

غالب غزل کے بڑے شاعر تو تھے ہی اس کے علاوہ وہ بہترین قصیدہ نگار بھی تھے

Scanned by CamScanner

انھوں نے اردو میں صرف چار قصیدے لکھے ہیں لیکن وہ چار چالیس قصیدوں کے برابر ہیں غالب نے غزل کی طرح قصیدہ نگاری میں سب سے خاص اور سب سے الگ پہچان رکھتے ہیں۔

قصیدہ بہادر شاہ ظفر جیسے کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے مغلیہ سلطنت کے بادشاہ ظفر کی مدح میں لکھا گیا ہے۔ غالب اردو اور فارسی زبان کے سب سے بڑے شاعر گزرے ہیں وہ بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے لیکن انھوں نے چار قصیدے بھی لکھے ہیں غالب اپنی غزل کی طرح قصیدے میں بھی اپنی خاص پہچان قائم کی ہے۔ قصیدے کے پانچ اجزاء ہوتے ہیں۔

1) تشبیب 2) گریز 3) مدح 4) دعا 5) دعا

تشبیب قصیدے کی تمہید ہوتی ہے اس قصیدے کی تشبیب نہایت دلکش اور پُر اثر ہے ہلال عید کی خمیدہ شکل دیکھ کر شاعر کو یہ محسوس ہوتا ہے وہ کسی کو سلام کرنے کے لیے خم ہو گیا ہے یعنی جھک گیا ہے شاعر وہ سوال کرتا ہے اے پہلی تاریخ کے چاند تیری کمر کیوں خمیدہ ہے تو کسے جھک کر سلام کر رہا ہے یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو جھک کے سلام کرتا ہے تو وہ ہلال یعنی پہلی تاریخ کے چاند کی طرح نظر آتا ہے۔

Scanned by CamScanner

دوسرے اور تیسرے شعر میں ہلالِ عید سے
مخاطب ہو کر غالب نے کہا ہے کہ تو دو دن تک کہاں غائب
رہا بیشک گردشِ ایام کے سامنے ہر شخص مجبور ہے تجھے بھی
کوئی مجبوری ہوگی جو تو نظر نہیں آیا یہاں اس بات کی وضاحت
ضروری ہے اگر چاند تیس کا ہوتا ہے تو ۲۸ اور ۲۹ شب کو چاند
بالکل نظر نہیں آتا اگر چاند ۲۹ کا ہو تو نظر آتا ہے اور ۲۷ اور
۲۸ کو چھپا رہتا ہے یعنی چاند نظر آنے سے دو دن قبل حکم
چھپا رہتا ہے غالب نے ان اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا
ہے چاند سے سوال کرنے کے بعد غالب نے خود ہی جواب دیا
کہ تو اُڑ کے جاتا تو کہاں جاتا آسمان میں تاروں کا جال جو
بچھا رکھا ہے پھر غالب نے کہا ہے تو دو دن نظر نہیں آیا
اسکا غم نہیں . لیکن آج کی شام تو عید کا پیغام لے کر آیا ہے
جسکی وجہ سے تمام لوگ بے انتہا خوش ہیں لہٰذا تیرا آنا مبارک
ہو اگر صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو اُسے بھولا
نہیں کہتے تیرے گھٹنے اور بڑھنے سے یعنی تیرے طرزِ عمل سے
ہمیں تیرا آغاز و انجام معلوم ہو گیا ہے کہ تو اسی طرح
ہلال سے بدر اور بدر سے ہلال بنتا رہتا ہے (پہلی تاریخ
کے چاند کو ہلال کہتے ہیں) اور (چودھویں چاند کی رات کو بدر
کہا جاتا ہے).

تو اپنے دل کی بات ~~مجھ سے~~ تجھ سے ناحق
چھپاتا ہے میں جاہل تو نہیں ہوں میں خوب جانتا ہوں کہ آج دنیا
میں عوام کی امید کا مرکز ایک ہی ہے اور وہ ہے بہادر
شاہ ظفر کی شخصیت اور انکا دربار ہم سبھی یہ جانتا ہوں کہ
تو انکا غلام ہے اور میں تجھے بتا دوں کہ میں بھی مصنفین
کا غلام ہوں.

Date:

غالب نے ہلال عید سے مخاطب ہو کر یہ کہا ہے کہ اے عید
کے چاند آفتاب کو ہر روز یہ موقع ملتا ہے کہ وہ بہادر
شاہ ظفر کی خدمت میں حاضر ہو جاتا لیکن مجھے عید کے علاوہ اور
کسی دن اُسکی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اس
اعتبار سے آفتاب مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے میں یہ جانتا
ہوں کہ تو بادشاہ سلامت کے فیض سے تو بڑھ بڑھ کامل یعنی
چودھویں رات کا مکمل چاند بننا چاہتا ہے تو ماں بن یا مہتاب
بن میں اس سے معلما معاملے میں دخل دینے والا کون ہوتا ہوں انعام
میں سے مجھے تو کچھ بانٹ دے گا۔ مجھے تیرے اوپر رشک کرنے
یا تجھ سے جلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے بھی
انعام ملے گا اور مجھ سے بہتر ملے گا اگر مجھے رحمت عام کی توقع
ہے تو مجھے خاص تحفے اور انعام کی آرزو ہے۔ جو مجھے روشنی عطا
کرے گا وہ مجھے چاندنی رات میں شراب پینے کو دے گا
جب تو آسمان کی چودہ منزلیں طے کرے یعنی چودہ دن کے
بعد چودھویں کا چاند بن جائے گا اور تیری روشنی سے گلیاں
اور بازار اور محلات، صحن اور در و دیوار روشن ہونگے
تب میں شراب پینے کا لطف اُٹھاؤنگا۔

آخری کے اشعار میں ہلال عید سے
خطاب کرکے یہ کہا ہے کہ اے پری چہرہ قاصد، اے برق رفتاری
سے چلنے والے مجھے یہ بتا کہ سورج، مریخ، زہرہ اور دیگر
سیارے کس کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں۔ اگر تو نہیں جانتا تو
مجھ سے سن اس شہنشاہ نے بلند کا نام بتاتا ہوں اُنکا نام
نامی بہادر شاہ ظفر ہے جو جنتوں و دل کے قبلہ ہیں اور
اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں۔ وہ طریقہ انصاف
کے منبر سوار ہیں یعنی اُنکا عدل اور انصاف مثالی ہے۔

Scanned by CamScanner

وہ دینِ اسلام کے باغ کی تازہ بہار ہے ۔
آخر میں غالب نے بہادر شاہ
ظفر کی مدح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اے بادشاہ تیرا لطف
و کرم اور مہربانی دنیا پر بہت ہے تیرے لطف و کرم ہی
سے زندگی کی زندگانی چل رہی ہے۔ تیرا عہدِ حکومت بہت
مبارک ہے تیری شان و شوکت کا یہ عالم ہے کہ عظمت جیسے بڑے
بڑے بادشاہ قیصرِ روم تیرے غلام ہے تیری شان و شوکت کے
سامنے تیرا مرتبہ کچھ نہیں ۔ قدیم ایران کے نامور بادشاہ فغفور
اور بہرام تجھے ملک کا وارث تسلیم کرتے ہیں یعنی تیری بادشاہت
کو قدر کی نگاہ سے دیکھ کر اس کی تعریف کرتے ہیں تو ایسا
طاقتور ہے کہ ایران کے بڑے بڑے پہلوان تیری جسمانی
طاقت کا لوہا مانتے ہیں۔ ان تمام شاہانہ خصوصیات کے
ساتھ تو زبردست شاعر بھی ہے اور تیرا کلام ایسا عارفانہ
ہے کہ یہ کلام سن کر فارسی کے بڑے شاعر اور ایران والے
اور مولانا عبدالرحمان جامی تیرے کلام کو پسند کرتے ہیں
اور اس سے استفادہ کرتے ہیں۔